QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

خواتین کی تعلیم اور سماجی تشکیل: مسلم مفکرین کی آراء، جدید فکری رجحانات اور تنقیدی جائزہ

Women’s Education and Social Formation: Muslim Thinkers’ Perspectives, Modern Intellectual Trends, and a Critical Review

Dr. Sobia Nosheen
Assistant Professor (OPS), Government College University Faisalabad.
Email: sobia616@gmail.com

Women’s education is not confined to individual development; rather, it plays a fundamental role in the moral, intellectual, and social construction of family and society. This paper presents a research-based and critical analysis of the historical evolution of women’s education, the causes of its decline, and the emerging intellectual trends in the modern era. The perspectives of prominent Muslim thinkers, particularly Sir Syed Ahmad Khan and Allama Muhammad Iqbal, are examined in the contemporary context. The study critically evaluates whether twentieth-century scholarly approaches remained aligned with authentic Islamic teachings. Furthermore, modern feminism is discussed as a reactionary movement, with an analytical assessment of its constructive and problematic dimensions. The study concludes that a balanced educational framework rooted in ethical values and Islamic principles is essential for sustainable social development.

Keywords: Women’s Education, Social Formation, Muslim Thinkers, Intellectual Development, Feminism, Islamic Teachings.

تعارف:

معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے۔لہذا یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ کسی بھی معاشرے کی کامیابی کی ضمانت افراد ہی پر ہے اور افراد ہی معاشرے کی تشکیل میں خشت اول کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔یہ افراد ہی ہیں جو کسی معاشرے کو کامیاب یاناکام بناتے ہیں ۔ایک معاشرے کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اسکے افراد کے درمیان عدل اور تکافوا کا قانون ہو۔اگر ذمہ داری نبھانے والے اور لوگ ہوں اور مفادات سمیٹنے والے اور لوگ تو اس معاشرے کی بقا غیر یقینی ہے۔لہذا معاشرے اور فرد کے درمیان کامل

آہنگی ہونی چاہیے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ ایک طرف ہر فرد معاشرے پر اثر ڈال رہا ہے تو دوسرے طرف معاشرہ ہر فرد پر اثر ڈال رہا ہے۔ لہذا یہ امر طے شدہ ہے کہ ہر انسان کو اس چیز کا ادراک ہونا چاہیے کہ وہ کس طرح اس معاشرے میں ایک زندہ اور بہتر کردار ادا کر سکتا ہے۔ معاشرہ میں کامیابی کے لئے ایک فرد کو درج ذیل شرائط کا علم ہونا ضروری ہے۔ پہلی شرط در اصل تعلیم اور تربیت ہے ہر فرد کی تعلیم وتربیت ایسی ہو کہ وہ نفع ونقصان بھلائی اور برائی میں تمیز کر سکے۔ یہ درست فکر ہی ہے جو کہ ایک فرد کی کامیابی کی ضمانت بنتی ہے تو دوسری طرف معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک فرد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اس کے کیا حقوق ہیں اور کیا فرائض دوسری طرف سوسائٹی کے کیا حقوق ہیں اور کیا فرائض۔ اور ہر فرد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فرد اور جماعت کے مفادات ہم آہنگ ہوں۔ اگر دونوں کے مفادات مخالف سمت میں عمل کریں تو ہم آہنگی ناممکن ہے۔ معاشرے میں اس کی کوئی بھی حیثیت ہو وہ حاکم ہو یا محکوم اسے ہر طرح سے فرائض کی ادائیگی کے لئے مستعد رہنا چاہیے۔

اس صلاحیت کے ساتھ فرد کی کامیابی کے لئے دوسری اہم یہ ہے کہ اس کو اپنی صواب دید کے مطابق اسکے مواقع حاصل ہوں۔ علم وفن تجارت وزراعت، صنعت وحرفت، غرض جس راہ میں بھی وہ آگے بڑھنا چاہے کوئی چیز اس کے پاؤں کی زنجیر نہ بنے۔ اور اگر اس کے اس حق پر کسی قسم کی چیرہ دستی ہو تو معاشرہ میں اتنی قوت ہونی چاہیے کہ اسے روک سکے اور اس کے حق کی نگہداشت کر سکے، ورنہ فرد اپنے بھلے اور بُرے اور نفع ونقصان کو محسوس کرتے ہوئے بھی اس طرح ناکامی کا شکار رہے گا جس طرح نادانستہ کسی تباہی سے وہ دوچار ہو جائے۔

یہ امر بھی طے شدہ ہے کہ اگر ایک طرف فرد سے معاشرہ کی وفاداری کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو دوسرے طرف اس کو معاشرہ کی خیر خواہی کے صحیح طریقوں پر عمل کرنے کا بھی حق دیا جائے۔ اگر معاشرہ کے مفاد کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی اس کو اجازت نہیں دی جاتی ہے تو اس کے فائدے کے لئے کام کرنے کی اس کو آزادی ملنی چاہیے۔ کیونکہ جس طرح فرد کی غلط روی سے معاشرہ کو نقصان پہنچتا ہے اسی طرح معاشرہ کا فساد بھی فرد کی تباہی کا سبب بنتا ہے لہذا جب ہم سوسائٹی کو فرد کے کردار وعمل کے جائزہ کا حق دیتے ہیں تو فرد کو بھی سوسائٹی کے احتساب اس کی اصل کا حق ملنا چاہیے۔

یہ تین شرطیں ایسی ہیں جنہیں دنیا کا ہر جمہوری دستور تسلیم کرتا ہے کیونکہ ان ہی کی بنیاد پر فرد سوسائٹی میں اپنا رول ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ درج بالا تین شرائط کا علم ہر مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے جو کہ اس معاشرے کو کامیاب بناتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس معاشرے میں تمام تر آزمائش عورت پر ڈال دی گئی۔ اسے ہر قدم ہر لمحہ قربانی کے لئے تیار خیال کیا جاتا رہا۔ ایک خاتون کے لیے یہ تصور کر لیا گیا کہ وہ معاشرے کو جنم دینے والی تو ضرور ہے مگر وہ معاشرے کے ہاتھوں دست برد گاشکا بھی ہو گی۔ عورت اور مرد کے لئے عزت اور ذلت کے دوہرے معیار بنا لئے گئے۔ اور عورت بے چاری اپنے ہی وجود کی تلاش میں اپنی شناخت کھوئی چلی گئی۔ عورت کا استحصال مذہب کے نام پر بھی کیا گیا۔ اور اس استحصال کا زیادہ تر شکار برصغیر پاک وہند کی مسلمان عورت ہوئی۔

In genral a woman was expected to Woman and social exploitation. Show patience and loyalty,in her social behaviour. These were good qualities but is did not mean that each and every thing should be accepted without proper considration.

> Such matters become actue when a large number of non-Islamic social practices were propogated in the name of religion but were never criticized by mullahs or their followers. One example cited by sultana Razia in Zehniyyat (Mentality), was the inferior position had the low status of Indian Muslim women. As compared to the woman of other Muslim countries, they did not even know about social rights, which were given them by Islam.([1])

عورت کے استحصال کی طرف ایک قدم یہ بھی تھا کہ مذہب کی توضیح تشریح غلط انداز میں کی جائے۔ لوگوں نے قرآن کو تو نہ بدلا مگر افسوس کہ اسکی تعلیمات میں بھرپور تحریف کی۔ جو کہ ایک نا قابل معافی جرم تھا۔ کہ الفاظ کو برقرار رکھا مگر تفسیر میں اپنی من مانی شروع کر دی۔ اور یوں عورت استحصال کیطرف بڑھتی چلی گئی۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگ کہ مذہب کی آڑ میں عورت کے حقوق کی پامالی خوب ہوئی۔ اور عورت کو اپنے وجود کی قربانی کے لئے تیار کیا گیا۔ اور وہی عورت بہترین قرار پائی جو وقت قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔

International Encyclopedia of ethics کے الفاظ معاشرے کے اس رویے کی بہترین غمازی کرتے ہیں۔

> Maternal Ethics. Maternal ethics, also referred to as the ethic of care, holds that women's unique experiences as mothers (biological or social lead to an ethic that focuses on relationships and interdependence ,and includes self scrifice and care for others as primary moral qualities. Whether they believe women are specially suited for such action by biology or by socialization, proponents of sucy theories.([2])

یہ امر طے شدہ ہے کہ عورت کا بنیادی کردار ایک ماں کا رول ہی ہے۔ مگر اس رول کو اس کے لئے آزمائش بنانا نہ تو مصلحت کا تقاضا ہے اور نہ مذہب کا منشاء آج بھی عورت ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ اور وہ ظلم برداشت کرنے پر مجبور ہے۔ وہ بنیادی حقوق سے بھی محروم ہے۔

پختونوں کے رواج میں عورتوں کو زمین ترکہ میں نہیں ملتی۔ کوئی پختون خواہ مثالی پختون سے کتنا بھی مختلف جو عورتوں کے متعلق اپنا تصور کبھی نہیں بدلتا۔ ابھی حال تک پہلا مسلم شہری مہندوں کے قبائلی بزرگوں نے اپنے گاؤں میں لڑکیوں کا اسکول کھولنے کی مخالفت کی تھی۔ مثالی عورتیں صرف گھر چلانا سیکھتی ہیں۔([3])

ایسے میں وہ بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں مثال کے طور پر ان کی شادی ان کی رضامندی حاصل کئے بغیر کر دی جاتی ہے۔ وہ حق مہر کا دعوی نہیں کر سکتیں۔ کوئی تحریری نکاح نامہ نہیں ہوتا وہ نہ زمین کی مالک ہو سکتی ہیں۔ نہ زمین انہیں ترکہ میں مل سکتی ہے نہ وہ کسی حالت خلع لے سکتی ہیں۔([4])

عورت کی پابند زندگی کا سلسلہ محض پختونوں تک نہیں ہے۔ بلکہ پورا معاشرہ لپیٹ میں ہے۔ "Women's studies Encyclopedia" کے الفاظ میں

> The position of women varies from province to province but a general of the proper behaviour of women maintans Throughout the country. culture woman's share of activity is seen to be in the home. Pakistan is officially an Islamic state 1977of its citizen are women are expected to muslims to avoid the company of unrelated male and to cover hair and face in public. "Observance of purdah" (The isolation of women in the home away from the gaze of unrelated males is seen as an ideal. (Purdah has always been an ideal) rather than a common practice of movement.([5])

درج بالا عبارت کو اگر غور سے پڑھیں تو یہ بات عیاں ہے کہ اسلام نے دراصل پردے کا حکم دیا۔ جیسا کہ خود انھوں نے ذکر کیا کہ پاکستان ایک مسلم ریاست ہونے کیوجہ سے آزادانہ مردوزن کے اختلاط کی اجازت نہیں دیتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کی یہ تمام کام پردے میں کر یا مردوں سے دور رہ کر نہیں کئے جاسکتے۔ خواتین اپنے دائرہ کار میں کر یہ تمام کام بخوبی سرانجام دیے سکتی ہیں۔ بشرطیکہ اسلام کی مقرر کردہ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کی یہ تمام کام پردے میں رہ کر یا مردوں سے دور رہ کر نہیں کئے جاسکتے۔ خواتین کے اپنے دائرہ کار کا بھرم رکھا جائے۔ لیکن غلط قسم کی پابندیوں نے دو طرح کے نظریات کو جنم دیا۔ ایک تو وہ جماعت جو عورت کو ہر میدان میں باہر لے آئی۔ اور دوسری وہ جماعت جو پردے کے نام پر عورت کی شخصیت کو دبا رہی تھی۔ پردہ کرنے کا حکم یہاں ظاہر کرتا ہے کہ اسکی فطری صلاحیت وبادی جائے۔ اور اسے کسی کام کے قابل ہی نہ سمجھا جائے۔ لہذا عورت کو آہستہ آہستہ اپنی اس نام نہاد قید کا احساس ہونے لگا۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ پورے جنوبی ایشیاء میں عموماً اور چند صوبوں میں خصوصاً عورت کی حالت ناگفتہ بہ رہی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کو اپنی آزادی کا ادراک ہوا اور اسکے کیا اثرات مرتب ہوئے۔

> The participation of women in politics began with the movement of Indian's independence. In parties as a result of their contribution to the national is to causes the constitution adopted soon after independence accorded women equal rights under the law and expplicitly prohibited discrimination on the ground of sex. (Articles 14 and 15) The constitution also provided for unisal adult sufferage (Article 36) and women have thus been active participatants in every Indian. ([6])

درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں خواتین نے سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔ وہاں اپنے حقوق کا بھرپور اظہار بھی کیا۔ جس نے بتدریج مساوات کے نظریے کو جنم دیا۔

> Liberal Ethics: The Liberal feminist generally calls for the equal education of women and equal oppoprtunity to pursue traditionally male occupations It is at times summarized as fighting for the opportunity for women to become men. Liberal fiminism does not go too far in challeng the traditional approach to ethics; instead, it asks that women be included as human under the same definition as men as rational, autonomous moral agents.([7])

آخر کار آزادی کے اس احساس نے فیمنزم کو جنم دیا۔ جس تحریک کے تحت عورتیں اپنے حقوق کی علمبردار بن گئیں۔ اور آزادی اور معاشرے میں زندہ کردار کا احساس جنم لینے لگا۔ مگر اسکی حالت مختلف علاقوں میں مختلف رہی۔ فیمنزم دنیا کے مختلف ممالک میں ان کے معاشرے احساس مزاج اور ضروریات کے مطابق شکل اختیار کر گیا ہے۔ جس میں خود عورتوں کو اپنی تعلیم شعور، کلاس اور ماحول کا دخل ہوتا ہے۔ عورتیں اپنی جدوجہد کے دوران پدرشاہی کو سمجھنے اس سے نجات حاصل کرنے اور ایک غیر استحصالی معاشرہ قائم کرنے کے ماحول سے گزرتی ہیں۔ مگر یہ شعور مختلف علاقوں میں مختلف سطح پر ہے۔

جنوبی ایشیاء کے پس منظر میں دیکھیں تو پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، نیپال اور سری لنکا کی خواتین نے اپنی مختلف ورکشاپ میں فیمنزم کی دو تعریفیں اس طرح کی ہیں۔

> "Fiminism's oppression and exploitation in society, at the place of work, within the family and conscious action to change the situation. ([8])

فیمنزم اس احساس کا کہ معاشرے میں عورت مظلوم ہے اور اسکا استحصال کیا جاتا ہے اور اس صورتحال کو بدلنے کی شعوری کوشش کا نام ہے۔

> Fiminism is an awareness of patriarchal control, exploitation and oppression at the material and idealogical level of women's labour in general and conscious action by women and men to transform the present situation. ([9])

فیمینزم نام ہے اس احساس کا کہ معاشرے میں پوری نظام مسلط ہے۔ اور مادی اور نظریاتی سطح پر عورت کی محنت، حیثیت اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا خاندان میں اور کام کرنے کی جگہ پر غرض پورے معاشرے میں استحصال کیا جاتا ہے۔ اور اسے کچلا جاتا ہے۔ اور وہ تمام مرد اور عورتیں جو اس حالت کو بدلنا چاہتے ہیں فیمنسٹ کہلاتے ہیں۔

ان کی رو سے کوئی بھی مرد یا عورت جو ان حالات کو بدلنے کی کوشش کرے وہ فیمنسٹ ہو سکتا ہے۔ اگر ہم آج پاکستان کے حالات کو دیکھیں پاکستان میں عورتوں کی جدوجہد بڑے ابتدائی مراحل سے یہاں تو زندگی کے بنیادی حقوق مثلاً زندہ رہنے کا

حق تعلیم کا حق آمد ورفت پر پابندی نہ ہونے اور اپنی مرضی کا پیشہ اختیار کرنے پسند کی شادی کرنے اور بحثیت انسان معاشرے میں پہچانے جانے کا حق مانگ رہی ہے۔ عورت تعلیم، صحت، ملازمت اور سماجی حقوق میں مردوں سے کہیں کم ہے۔ اور اپنی زندگی کے فیصلوں پر اسکا کوئی اختیار نہیں ہے۔ غیرت کے نام پر قتل (کاروکاری) عورت کی خرید وفروخت، وٹہ سٹہ اور کم عمر کی شادی بدل صلح سام رکھنا اور ولور کی رسمیں بلاروک ٹوک جاری ہیں۔ ان سب رسموں کا ختم ہونا عورت کی عزت اور حیثیت بحال کرنے کی طرف پہلا قدم ہوگا۔

خواتین کی آزادی برابری کے حقوق کے لئے دراصل تعلیم ہی پہلا قدم تھا۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اندھیرے سے روشنی کی طرف سفر عورت نے تعلیم کے دوش پر کیا۔ اور تعلیم کے میدان میں خواتین نے تدریجاً ترقی کی۔

> The 1913Government Resolution on educational policy voiced on similiar opinoin. It emphasized the social dimensions of the problem of female educational bakwardss and pointed out that any advance in the missionary education of women was not possible unless social prejudice against it was overcome with the assistance of missionary and non-missionary societies. The Government tried to overcome hindrances and difficulties. In this regard taking account of purdah restrictions, the number of female institutions and teachers was increased. To make female education more practically relevant for women, subjects like psychology, domestic economy, and hygiene were included in their school curriculam. Efforts were also made to make section of society. ([10])

لیکن یہ امر بھی طے شدہ ہے کہ ایسے میں عورتوں کو میدان عمل میں لانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور راہنماؤں نے تعلیم کے متعلق کیا نظریات پیش کئے۔ کیا وہ خواتین کی تعلیم کے حق میں تھے یا مخالفت اگر حق میں تھے تو کیا مخصوص قسم کی تعلیم کے حق میں تھے۔ یا دہ عورت کو ہر قسم کی تعلیم دلانا چاہتے تھے۔ اس مسئلے کے حل کے لئے چند ایک رہنماؤں کے خیالات قلمبند کئے جاتے تھے۔

عصر حاضر میں خواتین کی تعلیمی سرگرمیاں

تعلیم نسواں اقبال کی نظر میں

علامہ اقبال کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ خواتین کو تعلیم دینے کے حق میں تھے کہ خواتین کو تعلیم دی جائے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ تمدن کی جڑ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔ اور اپنی قوم کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ مرد کی تعلیم صرف ایک مرد کی تعلیم ہے۔ مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندانوں کو تعلیم دینا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اگر اس قوم کا آدھا حصہ جاہل مطلق رہ جائے۔ ([11])

درج بالا اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ اقبال کی نظر میں قوم کی ترقی کا انحصار دراصل خواتین ہی کی تعلیم پر ہے۔ کیونکہ اس وقت تک کسی قوم کی ترقی ممکن نہیں جب تک ہر فرد اپنے حصے کی اینٹ نہ لگائے۔ اور اگر کسی قوم کا آدھا حصہ جاہل ہو تو پھر ترقی کی منازل طے کرنا بعید از قیاس نظر آتا ہے۔ لہذا کسی بھی قوم کی ترقی میں مرد و خواتین کی تخصیص کے بغیر تعلیم دلاتا امر لابدی ہے۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ اقبال خواتین کی ہر قسم کی تعلیم کے حق میں تھے۔ یا ان کے نزدیک خواتین کی تعلیم کے میدان مخصوص و متعین تھے۔ اور ان کے نزدیک خواتین کی تعلیم کے مقاصد دراصل کیا ہونے چاہیں۔ خواتین کو میدان عمل میں لانا یا پھر گھرداری کو بہتر طور پر نبھانا۔

"مسلمان عورتوں کو ابتدا ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دی جائے اور اس کے بعد اسلامی تاریخ علم تدبیر، خانہ داری، اصول حفظ صحت وغیرہ سے مضامین پڑھائے جائیں۔ جن سے وہ اپنے فطری فرائض زوجیت و امومت خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں۔"([12])

درج بالا اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ اقبال کے نزدیک خواتین تعلیم کے دائرہ کار متعین تھے۔ ان کے نزدیک خواتین کے لئے مذہبی تعلیم تو خشت اول کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد اسلامی تاریخ اور وہ دیگر مضامین جو کہ ایک عورت کو اچھی بیوی اور اچھی ماں بنا سکیں وہ ضروری ہیں۔ اور انکی تعلیم کا مقصد دراصل صرف ان کی فطری صلاحیتوں کو ابھارنا ہے۔ کہ وہ تعلیم اُن میدانوں میں حاصل کریں جو کہ انہیں ایک اچھی بیوی اور اچھی ماں بنا سکیں لہذا کچھ خاص قسم کے مضامین سے پرہیز کرنا ہو گا۔

وہ تمام مضامین جنکا رجحان یہ ہے کہ اسکو عورت کو نازن (Dewomenisc) یا نامسلمان (De-Muslimise) بنایا جائے۔ یا احتیاط اس کے نصاب تعلیم سے خارج کر دیے جانے چاہیے۔([13])

درج بالا اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ قابل کے نزدیک کچھ مضامین ایسے ہیں جو عورت کا حقیقی روپ مسخ کر دیتے ہیں۔ اور وہ نازن بن جاتی ہے یوں کہہ لیں کہ وہ ایک اچھی مسلمان نہیں رہ جاتی۔ ان کو نصاب سے خارج کر دینا چاہیے۔ لہذا یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اقبال چند مخصوص مضامین کی تعلیم دینے کے تو حق میں تھے مگر ان کے نزدیک ہر قسم کی تعلیم خواتین کے لئے زہر قاتل ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سر سید احمد خان تعلیم نسواں کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے۔ عورتوں کی تعلیم کے بارے میں سر سید احمد خاں جس قدر احساس اسکا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اسباب بغاوت ہند لکھنے کے 26 برس بعد بھی ان کی رائے میں کوئی خاص فرق نہیں آتا۔ اور 1884ء میں لکھتے ہیں۔

"میرے یہ خواہش نہیں کہ تم ان مقدس کے بدلے جو تمہاری دادیاں نانیاں پڑھتے آئی ہیں، اس زمانے کے مروجہ نا مبارک کتابوں کو پڑھنا اختیار کرو جو اس زمانے میں پھیلتی جاتی ہیں۔ مردوں کو جو تمہارے لئے روٹی کمالانے والے ہیں۔ زمانے کی ضرورت کے مناسب کچھ ہی علم یا کوئی سی زبان سیکھتے اور کیسی ہی نئی چال چلنے کی ضرورت پیش آئی ہو مگر ان تبدیلیوں سے جو ضرورت تعلیم سے متعلق تم کو پہلے تھی اس میں کچھ تبدیلی نہ ہو گی۔ ممکن ہے کہ یورپ میں عورتیں پوسٹ ماسٹر یا پارلیمنٹ کی ممبر ہو سکیں لیکن ہندوستان میں نہ اب وہ زمانہ ہے اور نہ سینکڑوں برس میں آنے والا ہے۔ خواتین کی تعلیم کے متعلق یہ تحریر اس وقت کی ہے جو وہ انگلستان کا سفر کر چکے تھے۔ اور وہاں عورتوں کے تعلیمی اداروں سے بے حد متاثر تھے۔ اور علی گڑھ میں مسلمان لڑکوں کی جدید تعلیم کے لئے بے پناہ استقامت اور محنت سے ایک شاندار ادارہ قائم کر چکے تھے۔([14])

درج بالا اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ سرسید احمد خان بھی خواتین کی روایتی قسم کی تعلیم کے حق میں تھے۔ ان کے نزدیک بدلتے ہوئے حالات میں مردوں کی تعلیم کے متقاضی تھے۔ مگر خواتین کے لئے وہ کتامیں بہتر اور مبارک ہیں۔ جو کہ ان کی دادیاں اور نانیاں پڑھتی تھی۔ اور یہ کتب انکے نزدیک نامبارک تھیں۔ گویا جدید تعلیم کی ضرورت ہندوستانی خواتین کے لئے نہیں۔

ان کے نزدیک یورپ کی خاتون تو علوم جدید سے مستفید ہو سکتی ہے۔ مگر برصغیر میں سینکڑوں برس تک ایسی تبدیلی نہیں آئے گی۔ لہذا برصغیر کی خاتون کے لئے روایتی تعلیم ہی کافی ہے۔

وہ عورتوں کو جس قسم کے علوم پڑھائے جانے کے خیال پیدا ہوا ہے اسکو بھی میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ نہ وہ علوم ہماری حالت کے مناسب ہیں اور نہ سینکڑوں برس تک ہماری عورتوں کو اسکی ضرورت ہے۔ بغیر معنی سمجھائے قرآن پاک پڑھانا جس کو ایک حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ میری دانست میں کوئی ذریعہ اس سے زیادہ روحانی تربیت کی اور توجہ ذات باری کے نہیں ہو سکتا۔ (15)

درج بالا اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک خواتین کے لئے محض روایتی علوم کافی ہیں۔ اور جدید علوم ہماری ضرورت کے قطعاً مطابق نہیں۔ سرسید احمد خان کے نزدیک خواتین کو قرآن مجید بھی بغیر معنی سمجھائے پڑھانا کافی ہے۔ کیونکہ ان کے لئے محض روحانی ترقی اور روحانی بالیدگی کافی ہے۔ لہذا قرآن پاک کے معنی و مطالب سمجھنا اور مسائل کا حل شریعہ کی جانچ بھی خواتین کے لئے ضروری نہیں۔ یہ ان کی رائے ان خواتین کے لئے ہے۔ جن کی آئیڈل حضرت عائشہؓ جیسی فقیہہ خاتون تھیں۔ آج سے چودہ سو سال پہلے تو خواتین کو ان علوم کی ضرورت تھی مگر برصغیر کی خاتون کے لئے بغیر معنی سمجھے قرآن پڑھنا ہی کافی خیال کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ خواتین کی درسگاہوں کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ اور ان کے نزدیک اس کاوش اور کوشش کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ "1989ء میں لاہور کے ایک جلسے میں تعلیم نسواں کے مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے سرسید نے کہا دور جدید انتظام عورتوں کی تعلیم کا اس زمانے میں کہا جاتا ہے خواہ وہ انتظام گورنمنٹ کا ہو اور خواہ اس طرز کا انتظام کوئی مسلمان یا کوئی انجمن کرے۔ اسکو میں پسند نہیں کر سکتا۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے مدرسوں کا قائم کرنا اور یورپ کے زنانہ مدرسوں کی تقلید کرنا ہندوستان کی موجودہ حالت کے لئے کسیطرح مناسب نہیں ہے اور میں اسکا مخالف ہوں۔ (16)

درج بالا اقتباس سرسید کے خیالات کی غمازی کرتا ہے کہ ان کے نزدیک خواتین کے مدارس قائم کرنا کسی طرح بہتر نہیں۔ گو کہ سرسید یورپ جاچکے تھے۔ اور وہاں کی خواتین کے مدارس دیکھ چکے تھے۔ مگر افسوس انکے نزدیک یورپی خاتون کے لئے تو مدرسہ کی ضرورت بھی ہے۔ اور تعلیم کی بھی مگر ایک مسلمان خاتون کے لئے جسکے نبی پر پہلی وحی نازل ہوئی تو لفظ اقراء" استعمال کیا گیا۔ گویا تعلیم مسلمانوں کا فرض اولین ہے۔ ان مسلمان خواتین کے لئے محض قرآن اور روایتی کتب پڑھنا کافی ہے۔ اور تسخیر کائنات کا جو حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ اس پر صرف مردوں کا حق ہے۔ ہاں البتہ یورپ کی خاتون کسی حد تک اس کا حق رکھتی ہے۔ یا شاید اسکا کمال یہ ہے کہ وہ یورپ میں پیدا ہوئی۔ اور یہ برصغیر میں پیدا ہوئی۔ تو پھر اس خاتون کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ترقی کی راہیں تلاش کرے یا پھر علوم جدید حاصل کرے کجا کہ سرسید گورنمنٹ یا ارباب سبت وکشادگی سے خواتین کی تعلیم کے بارے میں التماس کریں۔ انہوں نے کہا کہ کوئی انجمن نے کوئی ادارہ بھی اس قسم کی سرگرمی اختیار نہ کرے۔ گو کہ سرسید احمد خان عقلیت پسند تھے۔ مگر افسوس کہ خواتین کے لئے محض روحانی ترقی کو ہی خیال کرتے تھے۔ اور پھر قرآن پڑھانے کے لئے مدارس کی

ضرورت نہیں بلکہ گھر ہی دراصل عورت کے لئے مدرسہ آخری پناہ گاہ ہے۔ اور وہ گھر کے اندر رہتے ہوئے ہی یہ علوم حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو خواتین کی تعلیم سے متعلق بڑی متوازن رائے رکھتے ہیں۔

"اسلامی نقطہ نظر سے خواتین کی تعلیم اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ مردوں کی بلکہ کئی سے مردوں سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ گھر کے ماحول اور بچوں کی تربیت پر اثر پذیری ایک عورت کے ہاتھوں پر ہی موقوف ہے۔ اس لئے خواتین کے لازمی اور ضروری ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ البتہ خواتین کے دائرہ کار کی مناسبتوں سے، ان کے لئے اختتامی تعلیم کے جو الگ الگ میدان کار ہیں ان کا لازماً لحاظ رکھنا ہوگا۔ اور اس ضرورت کے پیش نظر نئے تعلیمی ڈسپلن متعارف کرانے ہونگے۔ تاکہ عورتیں اور میدانوں میں بھی بہتر ذمہ داریاں ادا کرسکیں۔"(17)

درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پروفیسر خورشید احمد خواتین کی تعلیم کے حق میں ہیں۔ اور اس حقیقت سے بھی واقف ہیں کہ بعض میدانوں میں خواتین کی تعلیم مردوں سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ بچوں کی تعلیم اور تربیت کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے اس اقتباس سے بات بھی سامنے آتی ہے کہ وہ خواتین کی دیگر میدانوں میں شرکت کو بھی اہم اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ بھی کوئی خاتون گھر سے باہر اقتصادی ذمہ داریاں نبھانا چاہے تو اس کے لئے ایسے تعلیمی نصاب متعارف کرانا ہونگے جو کہ انکی گھریلو ضروریات کو پورا کرسکیں اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ہوں۔ یہ دراصل ایک نہایت صحت مندانہ سوچ ہے کہ خواتین کا اصل کردار یعنی اس معاشرے کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا بھی خیال رکھا جائے۔ اور اس سے ہٹ کر دیگر خواتین کی صلاحیتوں اور ضرورتوں کے عین مطابق ہوں یہ ایک بہتر حل ہے جس کے ذریعے خاتون کا اصل کردار بھی مسخ نہیں ہوتا اور وہ استحصال سے بھی بچ جاتی ہے۔

یہ تو تھا عورت کی تعلیم کے لیے سفر کا ایک مختصر سا جائزہ مگر یہ امر بھی طے شدہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ عورت کی تعلیمی حالت بہتر ہوتی گئی۔ اور اب بلوچستان جیسے صوبے میں بھی تعلیم نسواں کا چرچا ہے۔

> The women education in the modern Baluchistan is giving very positive results. The gap of colonial period is going to be breidged. Now the women educatin is encouraged. uptil early eightyies hardly any Baloch female students could be seen in the university of Baluchistan. Quetta, the only university of the province, but now the situation is changed and a large number of Baluch female students are on roll of the university with sizable faculty members. Evenseparate women developments are considreably enhancing the socio-political contributionf regard. We can hope even better in her future.(18)

اب دراصل یہ خیال پیدا ہو چکا ہے کہ عورت کی شخصیت گھر والوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور ایک پڑھی لکھی خاتون کی نہ صرف اپنی مضبوط شخصیت ہوتی ہے بلکہ وہ گھر والوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

> The position and personality of the woman wife or daughter reflected upon. the personal statud of the man and contributed

its elevation. For these resons the most eudcated women were often the most alienatd and most submissive to the ever patriarchal superstohectures of the depended society. ([19])

بعض جگہوں پر جہاں یہ شعور پنپ چکا ہے وہاں کی عورت مردوں سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے۔

فی زمانہ علمی اعتبار سے عورت مرد سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے۔ لٹریسی ریٹ کے مطابق عورتیں مردوں سے زیادہ عالم ہیں۔ قاہرہ یونیورسٹی میں گریجویٹ لڑکیوں کی تعداد مرد گریجویٹ سے زیادہ ہے۔ مصر کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی طالبات کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ عراق میں 70٪ لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں شام اور اردن میں انکی تعداد 70 سے زیادہ ہے۔ اور الجیریا اور تیونس میں تعلیم یافتہ لڑکیوں کی تعداد 90٪ ہے۔([20])

یہ تو تھے دوسرے ممالک کے حالات یہ امر طے شدہ ہے کہ اب پاکستان کی خاتون بھی اپنے حقوق اور فرائض کا ادراک حاصل کر رہی ہے۔ مگر ابھی بھی اس پر طرح طرح کی پابندیوں بوجھ ہے۔ جو کہ اکی ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہیں۔ اب یہ وقت ہے دراصل ان رکاوٹوں کو دور کرنے کا تاکہ خواتین چھوٹے چھوٹے مسائل سے نکل کر تعمیر ملت میں اپنا اہم کردار ادا کریں۔ تکہ بنیادی قسم کے مسائل میں اپنی قیمتی زندگی ضائع کریں۔

"پاکستان میں فیمنزم کا مقصد بنیادی حقوق کی جنگ ہے جس میں عورت بحیثیت انسان زندگی گزارنے کا حق مانگ رہی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے تعلیم ملازمت اور زندگی کا حق چاہتی ہے۔"([21])

آج جہاں دنیا میں لڑکیاں 90٪ سے زیادہ پڑھی لکھی ہیں۔ پاکستانی عورت بنیادی حقوق کے لئے سرگرداں ہے۔ آکر اسکی وجہ کی ہے کہ وہ بنیادی حقوق کے لئے جنگ کر رہی ہے۔ اسکی وجہ دراصل تعلیم کی کمی ہے پاکستان میں تعلیم یافتہ مردوں کی سرح آج بھی تعلیم یافتہ خواتین سے زیادہ ہے۔

Pakistan is a country where educational level is very low and female education, and female situation is worst. While other countries such as Bangladesh and Siri Lanka have much higher level of female education. In Pakistan inspite of several policies and programmes still the literacy level of female is shamefully low. According to 1998 censes report the literacy rate of Pakistan is 45.4% and female literacy rate is 32.6%. It shows a wide gap between the male and female education. So far empowerment of women and their participation in their development of country there is need to educate women.([22])

یہ تعلیم ہی کی کمی ہے کہ آج کی خاتون اپنی شناخت نہیں رکھتی ہے۔ ہر زندگی کے فیصلوں کی ڈور آج مردوں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ امر بھی طے شدہ ہے کہ پڑھی لکھی خواتین اپنی زندگی کے فیصلوں کا اختیار رکھتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کی خواتین کو استحصال اور زبوں حالی سے نکالنے کی طرف پہلا قدم دراصل تعلیم ہی ہے۔ ورنہ خواتین کی شناخت بحیثیت مکمل انسان کروانے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

> Ther is much talk about the liberation, empowrment and acceptance of women as equal counterpart, but when it comes to the issues of identity, however parradha, marriage and protection, Women are considered to bea commodity whoes actions and decisions will be controlled by the male members of the family. However, sinior professors maintained that they are able to break this barrier and have their own identities as working women and they are able to make their voice heard. Thus data suggested that literacy leading to higher educatin leads to an enhanced selfimages. ([23])

درج بالا اقتباس سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک پڑھی لکھی اور ان پڑھی خاتون کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل ہے۔ اسکو پار کرنے کے لئے ان مسائل کا خاتمہ کرنا ہو گا کہ آخر وہ کونسی وجوہات ہیں جو عورت کو اس کے اس بنیادی حق یعنی تعلیم سے محروم کر رہی ہیں۔ نہ صرف وجوہات کا جائزہ لیتا ہو گا بلکہ انہیں حل کرنے کے لئے بھی تجاویز دینا ہو گی اور پروگرام مرتب کرنا ہونگے۔

اگر ہم درج بالا خامیوں پر قابو پا لیتے ہیں تو وہ وقت دور نہیں جب کہ پاکستانی عورت بھی تعلیم کے میدان میں نام پیدا کرے گی۔ دراصل یہ تعلیم ہی ہے جو کہ ایک طرف حقوق کا احساس دلاتی ہے تو دوسری طرف کسی بھی انسان کے اندر چھپے ہوئے گوہر کو نکھار کر سامنے لاتی ہے۔ اگر خواتین کو دیگر سرگرمیوں میں حصہ لینا ہے تو پہلا قدم تعلیم نہ صرف تعلیم بلکہ اعلی تعلیم ہے۔ تا کہ ایک طرف انکی اپنی شخصیت بھرپور اور مثبت طور پر سامنے آئے اور دوسری طرف وہ ایک پڑھی لکھی اور تربیت یافتہ قوم پیدا کر سکیں۔ کیونکہ مرد کی تعلیم تو ایک مرد کی تعلیم ہے جبکہ عورت کی تعلیم پورے خاندان کی تعلیم ہے۔ اور خاندان سے ہی معاشرہ جنم لیتا ہے۔ اور ایک مضبور ملت وجود میں آتی ہے۔

---

[1] Azra Asghar Ali, *The Emergence of Feminism among Indian Muslim Women* (New Delhi: Oxford University Press, n.d.), p. 223.

[2] Johan. K. Poth, *International Encyclopedia of Ethics*, "Maternal Ethics" (London & Chicago: Routledge, 1995), p. 937.

[3] Anīs Aḥmad, *Pākistānī Muʿāshrah: Janūbī Āsiyā Mein Islām, Nasl Parastī aur Qiyādat* (Karachi: Nūr Raḥmān Press, First Edition, 1988), p. 53.

[4] Anīs Aḥmad, Anīs, *Pākistānī Muʿāshrah: Janūbī Āsiyā Mein Islām, Nasl Parastī aur Qiyādat*, p. 54.

[5] Melentireny, Women's studies Encyclopedia, Westport Green wood press, P1042.

[6] Melentireny, Women's studies Encyclopedia, Westport Green wood press, P1042

[7]John K. Poth, International Encyclopedia of Ethics Liberal Ethics, P. 938

[8] Ḥasan, Fāṭimah, *Feminism aur Hum* (Karachi: Waʿda Kitāb Ghar, Shāh Faisal Colony, n.d.), p. 12.

[9] Ḥasan, Fāṭimah, *Feminism aur Hum* (Karachi: Waʿda Kitāb Ghar, Shāh Faisal Colony, n.d.), p. 12.

[10] Azra Asghar Ali, The Emergence of Feminism among India Muslim women, P 46

11 Khān, Muḥammad Aḥmad, *Iqbal aur Masʾalah-e-Taʿlīm* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1987), p. 54.

[12] ʿAbd al-Wāḥid, Sayyid, *Maqālāt-e-ʿAllāmah Iqbāl* (Lahore: Ashraf Press, 1978), p. 483.

[13] ʿAbd al-Wāḥid, Sayyid, *Maqālāt-e-ʿAllāmah Iqbāl* (Lahore: Ashraf Press, 1978), p. 57.

[14] Ḥinā Zāhidah, *Aurat: Zindagī kā Zindān* (Karachi: n.p., n.d.), pp. 289–290.

[15] Ḥinā Zāhidah, *Aurat: Zindagī kā Zindān* (Karachi: n.p., n.d.), pp. 290–291.

[16] Ḥinā Zāhidah, *Aurat: Zindagī kā Zindān* (Karachi: n.p., n.d.), pp. 290–291.291

[17] Khurshīd Aḥmad, *Niẓām-e-Taʿlīm: Naẓariyah, Riwayat, Masāʾil* (Islamabad: Institute of Policy Studies, Third Edition, 2002), p. 279.

[18] Nadir Bukht, Prof., Dr., The Role of women in Nations, P 26 presented in international conference hold on 10.12 November, 2005, in, BZU.

[19] Alay Baffound, The Social dia lectic woman and Islam, oxford: edited Azizh… Al-Hibiri press, P 232.

[20] ʿAẓīmī, Shams al-Dīn, *Aik Sau Aik Auliyāʾ Allāh Khawātīn* (Karachi: n.p., n.d.), p. 22.

21 Fāṭimah Ḥasan, *Feminism aur Hum*, p. 15.

[22] Zreen Ilyas, Muslim women’s Education move, policies and over view, p 17, presented in international conference hodl on 10-12 November, 2005, in Bahauddin Zakariya University, Multan.

[23] Uzma Shukat, Literacy and women’s identity in urban, Multan, p 9